# مسئلہ کشمیر ایک بحران، کئی حقیقتیں

آج کے دور میں ہم سب ایک ایسے وقت میں جی رہے ہیں جہاں ہر روز سوشل میڈیا کی اسکرین پر کوئی نئی خبر، کوئی نئی ویڈیو اور کوئی نیا دعویٰ ہماری توجہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ لیکن کیا ہم واقعی ان واقعات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، یا صرف چند لمحوں کے جذباتی ردِ عمل کے بعد انہیں بھول جاتے ہیں؟

آزاد کشمیر میں پیش آنے والا حالیہ بحران بھی ایک ایسا ہی معاملہ ہے۔ چند دنوں میں آنے والی خبروں، ویڈیوز اور مختلف بیانیوں نے ایک ایسی تصویر بنائی جس میں عام آدمی کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہو گیا کہ حقیقت کیا ہے، مسئلے کی اصل جڑ کہاں ہے اور یہ صورتحال یہاں تک پہنچی کیسے؟

اسی ساری صورتحال نے مجھے اس موضوع کو سمجھنے ریسرچ کرنے اور یہ آرٹیکل لکھنے پر مجبور کیا۔

اس آرٹیکل میں میرا مقصد کسی ایک فریق کو درست یا غلط ثابت کرنا نہیں، نہ ہی کسی کے حق یا مخالفت میں فیصلہ دینا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ان سوالات کو سامنے رکھا جائے جن کے جواب جاننا ضروری ہیں۔

یہ بحران شروع کہاں سے ہوا؟ اس کے پیچھے اصل عوامل کیا تھے؟ معاشی مسائل، سیاسی اختلافات اور نمائندگی کے سوالات کس طرح ایک بڑے تنازع میں تبدیل ہوئے؟ سوشل میڈیا پر گردش کرنے والی معلومات نے اس صورتحال کو سمجھنے میں مدد دی یا مزید الجھا دیا؟ اور سب سے اہم کیا ہم اس بحران کو صرف ایک خبر کے طور پر دیکھ رہے ہیں، یا اس کے پیچھے چھپے بڑے سوالات کو بھی سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں کسی بھی واقعے کو سمجھنے کے لیے **صرف یہ جان لینا کافی نہیں ہوتا کہ کیا ہوا؟ اصل ضرورت یہ جاننے کی ہوتی ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟**

میں نے یہ آرٹیکل کسی نتیجے پر پہنچنے کے لئے نہیں لکھا، بلکہ یہ آپ سب کو ایک دعوتِ فکر ہے۔ ایک کوشش ہے کہ ہم جذبات اور فوری ردِ عمل سے ذرا آگے بڑھ کر اس معاملے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

کیونکہ بعض اوقات کسی بھی بحران کے وقت اہم آواز وہ نہیں ہوتی جو سب سے زیادہ بلند ہو، بلکہ وہ سوال ہوتا ہے جو ہمارے ذہن کو رک کر سوچنے پر مجبور کر دے کے یہ سب آخر ہوا کیوں؟؟؟؟

**لیکن سب سے پہلے یہ دیکھنا ہو گا کے کہانی شروع کہاں سے ہوئی**

ہم سب سے پہلے اس بات کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں جو لوگوں کو اس مقام تک لے کر آئی۔ کیونکہ احتجاج کبھی بھی ایک دن میں پیدا نہیں ہوتے۔ ان کے پیچھے کئی چھوٹے بڑے واقعات، فیصلے، احساسات اور سوالات ہوتے ہیں جو وقت کے ساتھ جمع ہوتے رہتے ہیں۔ آزاد کشمیر کے حالیہ بحران کو بھی اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم صرف اس آخری منظر کو دیکھیں جہاں ہر طرف افراتفری، سڑکوں پر احتجاج، سیاسی کشیدگی یا حکومتی اقدامات ہیں تو شاید ہمیں صرف تنازع نظر آئے گا۔ لیکن اگر ہم ذرا پیچھے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے طویل عرصے سے موجود معاشی، سیاسی اور انتظامی سوالات اور خلا ہے۔ ان سوالات میں سب سے زیادہ نمایاں بحث آزاد کشمیر اسمبلی کی 12 مخصوص نشستوں کے حوالے سے سامنے آئی۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے یہ نشستیں آخر وجود میں کیوں آئیں؟ اور وقت گزرنے کے ساتھ یہی معاملہ اتنا حساس کیوں بن گیا؟

## 12 نشستوں کا وجود

1947 کے بعد برصغیر کی تقسیم اور اس کے نتیجے میں ہونے والی نقل مکانی نے لاکھوں انسانوں کی زندگیاں بدل دیں۔ بہت سے کشمیری خاندان بھی اپنے آبائی علاقوں سے ہجرت کر کے پاکستان کے مختلف شہروں میں آباد ہوئے۔ وقت کے ساتھ ان افراد کی سیاسی نمائندگی کو برقرار رکھنے کے لیے آزاد کشمیر کے انتخابی نظام میں مخصوص نشستوں کا انتظام کیا گیا۔ اس انتظام کے حامیوں کے نزدیک یہ صرف چند نشستیں نہیں بلکہ ان لوگوں کی آواز کو زندہ رکھنے کا ایک ذریعہ تھیں جو تاریخی حالات کے باعث اپنے علاقوں سے جدا ہو گئے تھے۔ لیکن وقت بدلنے کے ساتھ اس نظام پر سوالات بھی اٹھنے لگے۔ کشمیریوں کا کہنا تھا کہ چونکہ ان نشستوں پر ووٹنگ آزاد کشمیر سے باہر ہوتی ہے، اس لیے مقامی سیاسی توازن اور عوامی نمائندگی کے تصور پر اثر پڑ سکتا ہے۔ ان کے مطابق ایک ایسا نظام جس میں آزاد کشمیر کے باہر آباد ووٹرز اسمبلی کی تشکیل میں کردار ادا کریں تو اس پر بحث تو ہو گی۔ دوسری جانب اس نظام کے حامیوں کا مؤقف ہے کہ تاریخ کے ایک مخصوص پس منظر میں بننے والے انتظام کو صرف موجودہ سیاسی حالات کی بنیاد پر نہیں دیکھا جا سکتا۔ ان کے نزدیک یہ ایک آئینی اور تاریخی ذمہ داری ہے، جس میں تبدیلی کے

لیے بھی ایک واضح قانونی طریقۂ کار موجود ہے۔ یہی وہ مدعا ہے جہاں یہ معاملہ محض ایک انتخابی شق سے تبدیل ہو کر نمائندگی، شناخت اور سیاسی اختیار بن گیا۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ آزاد کشمیر میں شروع ہونے والی تحریک کا آغاز صرف 12 نشستوں کے معاملے سے نہیں ہوا تھا بلکہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمشہ بڑے سیاسی واقعات کے پیچھے عام انسان کی روزمرہ زندگی کے مسائل چھپے ہوتے ہیں۔ ایک بڑھتا ہوا بجلی کا بل، مہنگی ہوتی ضروریاتِ زندگی، گھر کے اخراجات پورے کرنے کی زمہ داری یہ وہ چیزیں ہوتی ہیں جو آہستہ آہستہ عوام میں بے چینی پیدا کرتی ہیں۔ انہی وجوہات کی بنیاد پر جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی JAAC ایک نمایاں پلیٹ فارم کے طور پر سامنے آئی۔ ہر عوامی تحریک کے پیچھے کچھ ایسے حالات ہوتے ہیں جو مختلف لوگوں کو ایک نقطے پر جمع کر دیتے ہیں۔ آزاد کشمیر میں بھی جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی (JAAC) بھی اسی طرح وجود میں آئی۔ اس کے کارکنوں کے مطابق اس پلیٹ فارم کے قیام کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ انفرادی شکایات کو ایک منظم انداز میں سامنے لایا جائے تاکہ حکومت تک عوامی مسائل مؤثر طریقے سے پہنچ سکیں۔ ابتدائی طور پر JAAC کی توجہ بنیادی طور پر معاشی مسائل پر ہی رہی، تاہم وقت کے ساتھ تحریک کے مطالبات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ معاشی معاملات کے ساتھ آئینی اور سیاسی سوالات بھی شامل ہونے لگے، جن میں آزاد کشمیر اسمبلی کی 12 مخصوص نشستوں کا معاملہ نمایاں تھا۔

اس کے ابتدائی مطالبات بنیادی نوعیت کے تھے عوام پر معاشی بوجھ کم کیا جائے، بجلی کے معاملات پر نظرثانی کی جائے، آٹے پر سبسڈی دی جائے اور حکومتی مراعات کے نظام کو دیکھا جائے۔ جبکہ حکومت کا مؤقف اس سے مختلف تھا۔ حکومت کے مطابق بجلی کے نرخ اور مالی معاملات کئی آئینی اور انتظامی معاہدوں سے جڑے ہوئے ہیں، جنہیں صرف احتجاجی دباؤ کے ذریعے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن کسی بھی تحریک کی طرح JAAC کے بارے میں بھی مختلف آراء موجود رہیں۔ حکومت کا مؤقف تھا کہ احتجاج کے بعض مراحل میں ایسے حالات پیدا ہوئے جن سے امن و امان متاثر ہوا، اور ریاستی نظم بر قرار رکھنے کے لیے اقدامات ضروری ہو گئے۔ اسی بنیاد پر حکومت نے 5 جون 2026 JAAC کو انسدادِ دہشت گردی کے قانون کے تحت کالعدم قرار دینے کا فیصلہ کیا۔ حکومت کے مطابق یہ اقدام ریاستی سلامتی اور امن و امان کے تحفظ کے لیے ضروری تھا، جبکہ JAAC اور اس کے کارکنوں نے اس فیصلے کو عوامی آواز کو دبانے کی کوشش قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ سیاسی اور معاشی اختلافات کو سیکیورٹی کے مسئلے کے طور پر دیکھنے کے بجائے مذاکرات اور مکالمے کے ذریعے حل کیا جانا چاہیے۔

**یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی عوامی تحریک شروع ہوتی ہے تو وہ کس مقام پر احتجاج سے ایک انتظامی چیلنج بن جاتی ہے؟ اور ریاست کو کس مقام پر مداخلت کرنی چاہیے؟**

اور یہی وہ نکتہ ہے جہاں اس پورے بحران کی پیچیدگی سامنے آتی ہے۔ ایک طرف شہریوں کا حق ہے کہ وہ اپنے مسائل کے لیے آواز اٹھائیں، دوسری طرف ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون اور امن و امان برقرار رکھے۔ **اصل چیلنج ان دونوں کے درمیان توازن قائم کرنا ہے**

آزاد کشمیر کے بحران میں بھی مختلف مراحل پر مذاکرات کی کوششیں سامنے آئیں۔ حکومت اور احتجاجی قیادت کے درمیان بات چیت کے ادوار ہوئے، مطالبات پر غور کیا گیا، لیکن دونوں جانب موجود بنیادی اختلافات مکمل طور پر ختم نہ ہو سکے۔

احتجاجی قیادت کے نزدیک اصل مسئلہ یہ تھا کہ عوامی مشکلات کو سنجیدگی سے نہیں لیا جا رہا، جبکہ حکومت کے نزدیک ضروری تھا کہ معاملات کو آئینی دائرے، قانونی طریقۂ کار اور ریاستی نظم کے اندر رہتے ہوئے حل کیا جائے۔ حکومت کا مؤقف تھا کہ یہ اقدام امن و امان برقرار رکھنے اور ان سرگرمیوں کو روکنے کے لیے ضروری تھا جن سے ریاستی نظم متاثر ہو سکتا تھا۔ حکومتی نقطۂ کے مطابق ریاست صرف احتجاج نہیں دیکھ سکتی بلکہ اسے شہریوں کے تحفظ، قانون کی عملداری اور اداروں کی حفاظت کو بھی مد نظر رکھنا ہوتا ہے جو کے اگر دیکھا جائے تو ایک بہترین لائحہ عمل ہے، مگر دوسری جانب JAAC اور اس کے حامیوں نے اس فیصلے کو مختلف انداز میں دیکھا۔ ان کا مؤقف تھا کہ ایک عوامی تحریک، جس کا آغاز معاشی اور شہری مسائل سے ہوا، اسے سیکیورٹی کے زاویے سے دیکھنا اصل مسائل سے توجہ ہٹانے کے مترادف ہے۔ ان کے مطابق اختلافات کا حل پابندیوں کے بجائے مذاکرات اور سیاسی عمل اور بات چیت میں تلاش کیا جانا چاہیے کیونکہ ان کے سڑکوں پر نکلنے کی اہم وجہ یہی تھی اور اس طرح یہ اختلاف صرف بیانات تک محدود نہیں رہا بلکہ زمینی صورتحال پر بھی اثرانداز ہونے لگا۔ اس سارے معاملے میں جلتی پر تیل کا کام انٹرنیٹ بندش نے کیا۔ بحران کے دوران موبائل انٹرنیٹ سروسز کی معطلی بھی غلط معلومات پھیلنے کی بہت بڑی وجہ بنا !!!!!!

حکومت کی جانب سے یہ مؤقف سامنے آیا کہ ایسے حالات میں افواہوں، غلط معلومات اور ممکنہ بدامنی کو روکنے کے لیے بعض اوقات مواصلاتی پابندیاں ضروری ہو جاتی ہیں۔ لیکن دوسری طرف انسانی حقوق کے کارکنوں، صحافتی حلقوں اور عام شہریوں نے سوال اٹھایا کہ معلومات تک رسائی محدود ہونے سے مسائل حل ہونے کے بجائے بعض اوقات مزید پیچیدہ ہوتے ہیں

کیونکہ اگر آپ تک اصل خبر نہ پہنچے تو آپ ہر بات کو ماننے لگ جاتے ہیں جو آپ کو کسی بھی مستند یا غیر مستند ذرائع سے مل رہی ہو۔

کیونکہ آج کے دور میں انٹرنیٹ صرف رابطے کا ذریعہ نہیں رہا۔ یہ تعلیم، کاروبار، روزگار، آن لائن بینکنگ، صحافت اور روزمرہ زندگی کا بنیادی حصہ بن چکا ہے۔ جب مواصلاتی ذرائع محدود ہوتے ہیں تو اس کا اثر صرف سیاسی کارکنوں پر نہیں بلکہ عام شہریوں کی زندگی پر زیادہ پڑتا ہے۔ اسی لیے اس معاملے میں انٹرنیٹ بندش کا مسئلہ صرف ٹیکنالوجی بند ہونے کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ اعتماد اور شفافیت اور روزگار بند ہونے کا مسئلہ بھی بن گیا۔

**ایک طرف ریاست کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امن وامان کے لیے اقدامات کرے، لیکن دوسری طرف یہ سوال بھی اہم ہے کہ ایسے اقدامات کتنے محدود، متناسب اور شفاف ہونے چاہئیں۔**

یہی توازن دراصل جدید ریاستوں کے لیے سب سے بڑا امتحان ہوتا ہے اور اس پر ہی کسی بھی مسئلے کے بڑھنے اور گھٹنے کا دارو مدار ہوتا ہے۔ ایک تصویر، ایک ویڈیو یا ایک مختصر کلپ چند لمحوں میں ہزاروں لوگوں تک پہنچ کر رائے عامہ کو متاثر کر دیتی ہے۔ آزاد کشمیر کے بحران میں بھی سوشل میڈیا نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ ایک طرف اس نے عام لوگوں کو اپنی آواز پہنچانے کا موقع دیا، ان کے مسائل کو نمایاں کیا اور روایتی ذرائع ابلاغ کے مقابلے میں فوری معلومات کی فراہمی کا ذریعہ بنا۔ لیکن دوسری طرف یہی پلیٹ فارم غیر مصدقہ معلومات، جذباتی ردِ عمل اور گمراہ کن مواد کے پھیلاؤ کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ اس دوران ایسی ویڈیوز اور معلومات بھی گردش کرتی رہیں جن کی حقیقت، وقت اور پس منظر کے بارے میں حقیقی طور پر نہیں کہا جا سکتا کے وہ سب بلکل مستند تھیں۔ ہم ایسے دور میں رہ رہے ہیں جہاں مصنوعی ذہانت (AI) سے تیار کردہ یا تبدیل شدہ مواد مسئلے کو مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے، کیونکہ اب صرف یہ جاننا کافی نہیں کہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں، بلکہ یہ جاننا بھی ضروری ہو گیا ہے کہ جو کچھ ہمیں دکھایا جا رہا ہے، وہ حقیقت میں کتنا درست ہے۔

یہاں ایک اہم بات سمجھنے کی ضرورت ہے غلط معلومات صرف ایک فریق کو نقصان نہیں پہنچاتیں، بلکہ پورے معاشرے کو متاثر کرتی ہیں۔ جب غیر مصدقہ مواد تیزی سے پھیلتا ہے تو اصل مسائل پس منظر میں چلے جاتے ہیں

**کسی بھی بحران میں سب سے آسان کام یہ ہوتا ہے کہ ہم فوری طور پر ایک فریق کو مکمل درست اور دوسرے کو مکمل غلط قرار دے دیں۔ لیکن تحقیق کا تقاضا اس سے مختلف ہے تحقیق ہمیں سکھاتی ہے کہ یہ دیکھنا بہت اہم ہے کہ معلومات ہم تک پہنچ رہی**

ہیں وہ مکمل طور پر درست ہیں؟ کیا ہم کسی واقعے کو اس کے پورے پس منظر کے ساتھ دیکھ رہے ہیں؟ کیا سوشل میڈیا ہمیں حقیقت کے قریب لے جا رہا ہے یا کبھی کبھی حقیقت کو مزید دھندلا بھی رہا ہے؟ اسی لیے ایسے حالات میں صرف ریاستی بیانات یا احتجاجی دعووں کو ہی نہیں، بلکہ ہر گردش کرنے والی معلومات کو تحقیق اور تنقیدی سوچ کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ بعض اوقات بحران کو بڑھانے کے لیے صرف ایک واقعہ کافی نہیں ہوتا بلکہ اس وقت ملنے والی ایک غلط معلومات بھی کافی ہوتی ہے

اب ہمارا خود سے ایک زمے دار شہری ہونے کہ ناتے یہ سوال بنتا ہے کہ کیا یہ بحران صرف ایک واقعہ ہے یہ اس میں ہمارے لئے کوئی سبق ہے؟؟؟ ہر بحران اپنے پیچھے صرف واقعات نہیں چھوڑتا، کچھ سوال بھی چھوڑ جاتا ہے

اس بحران نے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ کسی بھی معاشرے میں عوامی بے چینی صرف ایک دن میں پیدا ہوتی ہے؟؟ یا اس کے پیچھے وہ احساسات ہوتے ہیں جو وقت کے ساتھ جمع ہوتے رہتے ہیں

لیکن اسی کے ساتھ ایک اور حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ ریاست کا وجود قانون، امن اور شہریوں کے تحفظ کے لیے ہوتا ہے۔ کسی بھی حکومت کے لیے یہ آسان نہیں ہوتا کہ وہ احتجاج، اختلاف اور امن و امان کے درمیان توازن قائم کرے۔ اصل امتحان یہی ہوتا ہے کہ طاقت اور بات چیت کے درمیان درست راستہ کیسے تلاش کیا جائے۔

شاید اس پورے معاملے کا سب سے اہم سبق یہی ہے کہ کسی بھی بحران کو صرف یہ کہہ کر ختم نہیں کیا جا سکتا کہ کون صحیح تھا اور کون غلط۔ کیونکہ اکثر پیچیدہ مسائل میں حقیقت ایک سے زیادہ زاویوں میں موجود ہوتی ہے۔

اس وقت سب سے اہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ریاستیں عوامی شکایات کو بروقت سنیں، ادارے شفافیت اور اعتماد کو مضبوط کریں، اور شہری بھی معلومات کے اس دور میں اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ کیونکہ ایک غلط خبر، ایک غیر مصدقہ ویڈیو یا ایک جذباتی ردِ عمل کبھی کبھی اس فاصلے کو مزید بڑھا دیتا ہے جسے کم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

کسی بھی ریاست کی اصل طاقت صرف اس کے قوانین، اداروں یا اختیارات میں نہیں ہوتی، بلکہ اس اعتماد میں ہوتی ہے جو عوام اور ریاست ایک دوسرے پر رکھتے ہیں۔ اگر یہ اعتماد مضبوط ہو تو اختلاف بھی بات چیت سے حل ہو سکتے ہیں اور اگر یہ کمزور ہو جائے تو چھوٹے مسائل بھی بڑے بحرانوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

اسلئیے ہمیں اس واقعے کو صرف ایک ختم ہو جانے والی خبر کے طور پر نہیں دیکھنا چاہیے، بلکہ ایک موقع کے طور پر دیکھنا چاہیے خود سے سوال کرنے کا موقع کہ ہم اپنے معاشرے میں آواز، اختلاف اور معلومات کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کر رہے ہیں۔ کیونکہ تاریخ میں بعض اوقات سب سے اہم تبدیلیاں وہیں سے شروع ہوتی ہیں جہاں کوئی شخص رک کر صرف ایک سوال پوچھتا ہے

**آخر ایسا کیوں ہوا؟**

## تجزیہ

آزاد کشمیر کا بحران ہمیں صرف ہمارے ملک کے حالات نہیں دکھاتا، بلکہ یہ ہمیں ایک بڑے سوال کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب پہلی بار ہوا ہے؟؟؟؟؟ کیا یہ آخری بار ہے؟؟؟ یا ہم ایک طویل عرصے سے مختلف شکلوں میں انہی مسائل کا سامنا کرتے آ رہے ہیں؟

اگر ہم اپنے گرد نظر ڈالیں تو محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کے مختلف حصے چاہے بلوچستان ہو، خیبر پختونخوا، سندھ یا کوئی اور صوبہ وقتاً فوقتاً مختلف نوعیت کے سیاسی، معاشی اور سماجی بحرانوں سے گزرتے رہے ہیں۔ شکلیں مختلف ہوتی ہیں، مطالبات مختلف ہوتے ہیں، لیکن کہیں نہ کہیں ایک مشترکہ سوال ضرور سامنے آتا ہے آخر وہ کون سی کمی ہے جس کی وجہ سے ہم اپنے مسائل کو مستقل بنیادوں پر حل نہیں کر پا رہے؟ یہ سوال کسی ایک حکومت، ادارے یا دور تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک اجتماعی سوال ہے اب ہمیں سوچنا ہو گا کہ آخر کیوں ایک ملک، جو ایک نظریے، مقصد کے تحت وجود میں آیا، آج بھی اندرونی اختلافات، تقسیم اور عدم اعتماد کا سامنا کر رہا ہے۔

**کسی بھی ریاست کی مضبوطی صرف اس کے وسائل، فوج، اداروں یا قوانین سے نہیں ہوتی بلکہ اصل طاقت اس کہ اتحاد میں ہوتی ہے جو اس کے شہریوں کے دلوں میں موجود ہو۔**

جب قومیں زبان، نسل، علاقے، فرقے یا گروہ کی شناختوں میں اس حد تک تقسیم ہو جائیں کہ مشترکہ شناخت کمزور پڑنے لگے، تو بیرونی خطرات سے پہلے اندرونی کمزوریاں نمایاں ہونے لگتی ہیں۔

ہمیں یہ حقیقت بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دنیا کی تاریخ میں اکثر وہ معاشرے کمزور ہوئے جہاں اختلاف کو بات چیت سے سلجھانے کی بجائے دشمنی بنا دیا گیا، اور جہاں مشترکہ مفاد پر ذاتی، گروہی یا وقتی مفادات غالب آ گئے۔

لیکن سوال یہ بھی ہے کہ کیا اس صورتحال کا حل صرف دوسروں کو ذمہ دار ٹھہرانا ہے؟ یا ہمیں خود سے بھی کچھ سوال کرنے ہوں گے؟ کیا ہم نے بحیثیت معاشرہ برداشت، انصاف، دیانت اور اتحاد کی اقدار کو وہ اہمیت دی جو ایک مضبوط ریاست کے لیے ضروری ہوتی ہے؟ کیا ہم نے اختلاف کو دشمنی بننے سے روکا؟ کیا ہم نے اپنے مشترکہ مستقبل کو اپنی وقتی تقسیموں پر ترجیح دی؟

**ایک مضبوط ریاست صرف نقشے پر بنی سرحدوں سے نہیں بنتی، بلکہ ان دلوں سے بنتی ہے جو ایک دوسرے کو اپنا سمجھتے ہیں۔**

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی شناختوں کو مٹائیں نہیں، کیونکہ Diversity کسی بھی معاشرے کی خوبصورتی ہوتی ہے، لیکن ہمیں یہ ضرور یاد رکھنا ہوگا کہ ہماری مشترکہ شناخت ان تمام فرقوں سے بڑی ہے ہم سب مسلمان ہے ایک کلمہ پڑھنے والے ہم ایک ہی وطن کے شہری ہیں، ہماری خوشیاں اور دکھ ایک دوسرے سے جڑے ہیں۔ ہمارے مسائل الگ ہو سکتے ہیں، لیکن ہماری منزل ایک ہونی چاہیے۔ اگر ہم واقعی ایک مضبوط، پُرامن اور خودمختار ریاست دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں صرف حالات بدلنے کا انتظار نہیں کرنا ہوگا، بلکہ اپنی سوچ، اپنے رویوں اور اپنے اجتماعی کردار کو بھی بدلنا ہوگا۔

کیونکہ قومیں صرف نعروں سے نہیں بنتیں، قومیں اس وقت بنتی ہیں جب وہاں رہنے والے لوگ یہ فیصلہ کر لیں کہ تقسیم کے راستے آسان ہو سکتے ہیں، لیکن اتحاد ہی بقا کا واحد راستہ ہے۔ آج ضرورت کسی ایک خطے یا گروہ کی جیت کی نہیں، بلکہ پورے پاکستان کی مضبوطی کی ہے۔

اور شاید سب سے اہم سوال یہی ہے

**کیا ہم اپنی آنے والی نسلوں کے لیے ایک ایسا پاکستان چھوڑنا چاہتے ہیں جو اپنے اختلافات میں الجھا رہے، یا ایسا پاکستان جو اپنی تمام تر رنگا رنگی کے باوجود ایک مقصد، ایک امید اور ایک مشترکہ مستقبل کے ساتھ آگے بڑھے؟؟؟؟؟**